یک طرفہ عدالتی خلع اور Error! Bookmark not defined. ججز کے اختیارات ؛پاکستان کے عائلی عدالتی نظام کا تجزیاتی مطالعہ

- **ڈاکٹر سیدہ سعدیہ**، اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ عربی وعلوم اسلامیہ،گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ۔

The survival and integration of family life is the basic concerns of the Islamic system of life .And provides the comprehensive teachings to strengthen the family life and make matrimonial relations even happier. But if any kind of outbreak, bitterness or lack of mental harmony may arise in the marriage life, in such cases, Islam justifies the divorce or the khullah, even though it is unwelcome. The growing pace of divorce & khullah, in Pakistan is a matter of worry for every sensible man. Thither are many reasons of khullah in Pakistan and one of the greatest reasons for the increasing rate in the khullah, is the one-sided judicial decision. This article is a humble attempt to analyze the study of the one-sided judicial, the powers of judges and family court systems of Pakistan.

Keywords : Family life , Strengthen , Khullah , Increasing , Judicial decision.

عائلی زندگی کی بقا اور **Error! Bookmark not defined.** تحفظ اسلامی نظام حیات کی اولین بنیاد ہے اسلام ہمیں عائلی زندگی کے نظام کو مستحکم رکھنے اور ازدواجی تعلقات کو حتیٰ الامکان خوشگوار بنانے کے لئے جامع تعلیمات فراہم کرتا ہے لہذااگر ازدواجی تعلقات میں کہیں کوئی بگاڑ یا فساد ،تناؤ یا تلخی یا ذہنی ہم آہنگی کے فقدان کی صورت پیدا ہوجائے تو ایسی صورت میں اسلام نہ تو طلاق پر مکمل پابندی عائد کرتا ہے اور نہ ہی طلاق کی کھلی چھٹی دیتا ہے ۔ پابندی اس لئے عائد نہیں کرتا کہ بعض اوقات حالات و واقعات کی نوعیت ایسی ہوجاتی ہے کہ میاں بیوی کا نبھاہ بہت مشکل ہوجاتا ہے ایسے حالات میں اگر زوجین مجبور ساتھ نبھانے پر مجبور ہوں تو نتیجتا فریقین کا سکون و راحت تباہ و برباد ہو جائے گا۔ زوجین کا یہ تعلق سوائے ایک بوجھ کے کچھ نہیں ہوگا۔ اور ہر وقت کی رنجش و زود رنجی کی کیفیت زوجین اور ان کے اولاد پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے ۔ ایسی صورتحال میں اسلام طلاق و خلع کی شناعت کے باجود اس کی اجازت دیتا ہے ۔ ۔ یک طرفہ عدالتی خلع کے حوالے سے اگرچہ بہت سے مباحث اور مقالات طبع ہوچکے ہیں لیکن پاکستانی معاشرے میں عدالتی خلع کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیش ضروری معلوم ہوتا ہے ججز کے اختیارات اور پاکستانی عائلی عدالتوں میں رائج نظام کا تجزیہ پیش کیا جائے اور اس بارے میں جو اشکالات موجود ہیں ان کو دور کرتے ہوئے تجاویز وسفارشات مرتب کی جائیں۔ اس مقالہ میں ان نکات کو زیر بحث لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

خلع کی تعریف :

خلع بھی طلاق کی ایک صورت ہے بیوی شوہر میں گذر بسر کسی وجہ سے دشوار ہوجائے یا کسی اور وجہ سے دوسرے کی زندگی دوبھر ہو اور چھٹکارا ضروری ہوجائے تو ایسی صورت میں شوہر اگر طلاق دینے پر راضی نہ ہو اور عورت طلاق پر مصر ہو تو خلع کراسکتی ہے۔[1]

قانون میں اس کامطلب ہے کہ شوہر کا بعوض بیوی پر اپنے حقوق اور اختیار چھوڑ دینا جو اسے بیوی پر حاصل ہوتا ہے۔[2]

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن **Error! Bookmark not defined.** لکھتے ہیں:خلع زوجہ کی مرضی اور **Error! Bookmark not defined.** اس کی خواہش پر عقد نکاح سے آزاد کیے جانے کے معاوضہ میں شو ہر کو بدل دینے یا دینے کا وعدہ کرنے پر قید زوجیت سے بلفظ خلع یا جو اس کے ہم معنی ہو رہائی حاصل کرنا ہے۔[3]

خلع اصطلاحا اس ترک تعلق کو کہتے ہیں جو عورت اپنے مطالبے سے مرد سے حاصل کرلیتی ہے ۔ گویا خلع ایک قسم کی طلاق ہے، لیکن اس
میں مرد کے اختیار ات کی بجائے عورت کا مطالبہ پایا جاتا ہے۔[4]

قانون میں یہ ایسی اقرار کی علامت ہے کہ جس کا مقصد معاوضہ کے عوض ازدواجی تعلقات کو ختم کردینا جسے بیوی اپنی جائیداد سے شوہر کو ادا کرتی ہے ۔ یہ شوہر کا اپنے اس حق اور اختیار کو جو اسے اپنی بیوی پر حاصل ہے ، معاوضہ لے کر ترک کردیتا ہے یا اتار دیتا ہے جو خلع کے نام سے بیوی کے قبول کرنے پر عمل میں آتا ہے اور یہ جائز طور پر خرید و فروخت کے الفاظ کا بھی اثر رکھتا ہے ۔ اس کی شرط طلاق یا استرداد کی ہے اور اس کا اثر واحد ناقابل تنسیخ استرداد کا ہے ۔ خلع اور دیگر طلاقونمیں فرق یہ ہے کہ اس میں علیحدگی اور آزاد ہونے کی خواہش صرف بیوی کی جانب سے ہوتی ہے۔[5]

خلع کی صورت میں مہر کی ادائیگی:

خلع کی صورت میں عورت کو مہر ادا کرنا ہوتا ہے ۔ عورت کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ شوہر کو مالی معاوضہ پیش

کرکے اس سے آزادکرنے پر آمادہ کر لے۔ اس کے لئے عورت اپنا موجل مہر معاف کر سکتی ہے اور **Error! Bookmark not defined.** اگر مہر معجل کی صورت میں بیوی کو ادا ہوگیا ہو توعورت اس کو واپس کر نے کے شوہر سے آزادی حاصل کرسکتی ہے۔

خلع بیوی کے لئے عدالت سے تنسیخ نکاح حاصل کرنے کی ایک صورت ہے ۔ پاکستان **Error! Bookmark not defined.** میں خلع کےقانون کی وضا حت سب سے پہلے سپریم کورٹ نے خورشید بی بی بنام محمد امین کے مقدمہ میں کی۔

اس مقدمے کی سماعت عدالت عظمیٰ کا ۵ رکنی فل بینچ نے کی ۔ بنیادی نقطہ اس مقد مہ میں زیر بحث یہ تھا کہ بیوی کی درخواست پر عدالت صرف اس صورت میں خلع کا حکم دے سکتی ہے جب خاوند بھی اس بارے میں متفق ہو ۔ خاوند اگر بیوی کو خلع دئیے جانے پر متفق نہ ہو توعدالت خلع کا حکم نہیں جاری کرسکتی۔ عدالت کے فاضل ججز نے شادی، خلع، طلاق ، مردوں اور **Error! Bookmark not defined.** عورتوں کے حقوق سے متعلق قرآنی آیات ، احادیث مبارکہ وفقہاء کرام کے اقوال وآراء پر تفصیلا بحث کے بعد یہ قرار دیا کہ :

جو شادی قرآن میں بیان کی گئی شادی کی منشاء یعنی سکون ، مودت اور **Error! Bookmark not defined.** رحمت کے مقاصد کو پورے نہ کرتی ہو اور ان سے متصادم ہو اور ایک شادی سے اگر ان مقاصد کی تعمیل نہ ہو تی ہو تو کیا اسے قائم رہنا چاہیے گو کہ یہ بے مقصد ہو اور حتٰی کہ تکلیف دہ اور نقصان دہ ہو ، یا یہ بہتر ہے کہ اس کی تنسیخ کردی جائے تاکہ ایک ناکام شادی کے مضر نتائج سے گریز کیا جائے۔ مسلمانوں میں شادی ایک دیوانی معاہدہ ہے مرد وعورت ایک دوسرے کی نسبت حقوق میں برابر ہیں اگر خاوند کو بیوی کو طلاق دینےکا حق حاصل ہے تو مؤخر الذکر (عورت) کو بھی خلع کی بنا پر علیحدگی کی حقدار ہے۔ [6]اس مقدمہ میں یہ سوال زیر غور تھاکہ آیا مسلم عائلی قانون کے مطابق بطورحق خلع کی دعویدار ہوسکتی ہے بوجوہ اس کے کہ اس کے خاوند اسے شادی کے بندھن سے آزاد کرنے کے لئے تیار نہیں لیکن اگر عورت عدالت کو مطمئن کر دیتی ہے کہ فریقین میں حقوق زوجیت کی مستقل ادائیگی کا کوئی امکان نہیں ہے لہذا فاضل ججز نے مقدمہ بلقیس فاطمہ بنام نجم الاکرم قریشی [7]کو بنیاد بناتے ہوئے فیصلہ دیا کہ :

بیوی کی خلع کی درخواست پر خلع کا حکم جاری کرنے کے بارے میں اختیار عدالت کو ہے اور **Error! Bookmark not defined.** خاوند سے اس بارے میں اجازت درکار نہیں ۔ عدالت اگر مطمئن ہو کہ بیوی شادی کی بدولت قائم کردہ حدود میں نہیں رہ سکتی تو عدالت اسے خلع کا حق دینے کا اختیار رکھتی ہے خواہ خاوند اس بارے میں متفق ہو یا نہ ہو۔

یہ اختیار بھی عدالت کے پاس ہے کہ وہ تعین کرے کہ بیوی کو شادی کے بدلے میں خاوند سے کیا فوائد حاصل ہوئے ہیں اور **Error! Bookmark not defined.** زر خلع میں بیوی کو خاوند کو کیا ادا کرنا ہے۔ یہ عدالت کی صوابدید پر ہے۔ [8]

سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے بعد خلع کے بارے میں پاکستان **Error! Bookmark not defined.** میں یہ عدالت کا وضع کردہ قانون قرار پایا اور **Error! Bookmark not defined.** آئین کی رو سے سپریم کورٹ کے اس فیصلے کی پابندی تمام عدالتوں پر لازم ہوئی ۔ بعد کے فیصلوں میں اس فیصلہ میں قرار دئیے گئے اصولوں کی وضاحت ہوتی رہی ۔ لیکن عمومی طور پر تنسیخ نکاح کے مقدمات میں درخواست گزار بیوی کی طرف سے تقریبا وہی وجوہات بیان کی جاتی تھیں جن کا ذکر تنسیخ نکاح کے ۱۹۳۹ء کے قانون میں ہے ۔ دعویٰ کی درخواست میں یہ لکھا دیا جاتا کہ ان وجوہات کی بنا ء پر تنسیخ نکاح کا حکم جاری کیا جائے یامتبادل میں خلع کی ڈگری جاری کی جائے۔ اور کئی مقدمات میں تنسیخ نکاح کی واضح وجوہات کا علم ہونے کے باوجود تنسیخ نکاح کی ڈگری (حکم) خلع کی بنیاد ہی پر جاری کی جاتی اور بیوی کو خاوند کی طرف سے پہنچائے گئے فوائد کی واپسی کے حوالے سے حکم ہوتا۔ عمومی طور پر ادا شدہ حق مہر کی واپسی کا حکم ہوتا۔ سابقہ مدت کے نفقہ سے دستبردار ہونا پڑتا ۔ [9]

مذکورہ بالا فیصلہ میں یہ بھی وضاحت کی گئی کہ بیوی کی طرف سے خاوند کی بابت ناقابل اصلاح نفرت خلع کے لئے مناسب وجہ ہے۔

شاہ ولی اللہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

اگر وہ (عورت)خلع بغیر کسی وجہ کے (ذاتی ناپسندیدگی کے علاوہ) بھی حاصل کرتی ہے تو یہ قانونی ہے لیکن اس کو منظور نہ کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ **Error! Bookmark not defined.** اور **Error! Bookmark not defined.** صحابہ کرام ؓ نے خلع مانگنے کی کبھی بھی وجہ نہیں پوچھی۔ [10]

شاہ صاحب ؒ نے خلع کے حوالے سے جو وضاحت فرمائی ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خلع عورت کا حق ہے اور **Error! Bookmark not defined.** وہ کسی بھی وجہ کو بنیاد بنا کر شوہر سے اس کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

قانون خلع میں ترمیم :

اکتوبر ۲۰۰۲ء میں عائلی عدالتوں کے قانون میں ترمیم [11]سے بیوی کی طرف سے خلع کا دعویٰ کا طریقہ کار مختصر کچھ یوں ہے۔ بیوی کے خلع کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کے دعویٰ میں خاوند حقوق زن آشوئی کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ اسی طرح خاوند اگر حقوق زن آشوئی کا دعویٰ دائر کرے تو بیوی جواب میں دعویٰ میں خلع کا دعویٰ کر سکتی ہے۔ بیوی کو خلع کے لئے کوئی خصوصی وجوہات نہیں بیان کرنا ہوتیں۔

قانون میں ترمیم کے بعد اب خلع کے مقدمہ میں پہلے کی طرح سماعت مقدمہ نہیں ہوتی ۔ عدالت کو بعد از جواب دعویٰ فریقین کے مابین صلح کروانے کی کوشش کرنا ہوتی ہے۔ اگر فریقین میں صلح نہ ہوسکے تو عدالت بیوی کو خلع کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کرتی ہے اور **Error! Bookmark not defined.** خاوند کو بیوی ادا کیا ہو ا

حق مہر واپس لوٹاتی ہے۔ اگر حق مہر ادا نہ کیا گیا ہو تو بیوی کو حق مہر سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔
عدالت کو بیوی کوڈگری جاری کرنا ہوتی ہے اور **Error! Bookmark not defined.** خاوند کی طرف سے بیوی کو ادا شدہ حق مہر کی مقدار متعین کرکے اسے بیوی سے خاوند کو واپس کروانا ہوتا ہے۔[12]
خلع سے متعلق عائلی عدالت کے طریقہ کار میں قانون میں ترمیم کے بعد پشاور ہائی کورٹ کے تین رکنی فل بنچ نے ایک مقدمہ میں بیوی کی طرف سے خلع کی بنیاد پر تنسیخ نکا ح کے دعویٰ اور **Error! Bookmark not defined.** اس دعویٰ میں جس میں اس نے خلع کے علاوہ دیگر بنیادوں پر بھی تنسیخ نکاح کی استدعا کی ہو عائلی عدالت کے لئے طریقہ کار کی وضاحت کی ۔ عدالت نے قرار دیا کہ اگر بیوی کے دعویٰ میں تنسیخ نکاح کی استدعا ہو تو اس صورت میں عائلی عدالت ، عائلی عدالتوں کے قانون ۱۹۶۴ء کی شقوں ۹ اور ۱۰ میں اضافہ شدہ فقرے شرطیہ کے تحت تنسیخ نکاح کر سکتی ہے اور بیوی خاوند سے جو حق مہر حاصل کرچکی ہو اسے خاوند کو لوٹا سکتی ہے لیکن اگر بیوی کا دعویٰ تنسیخ نکاح کچھ اور بنیادوں پر بھی ہو جیسا کہ ظالمانہ رویہ وغیرہ تو اس صورت میں عدالت مقدمہ میں قانون کے مطابق شہادت حاصل کرتے ہوئے یہ طے کرنے کے لئے کاروائی کر ےگی کہ کونسا فریق قصوروار ہے اور کونسا حقدار ہے۔
عدالت نے اس فیصلے کی نقل راہنمائی کے لئے صوبہ میں تمام ڈسٹرکٹ ججوں اور **Error! Bookmark not defined.** عائلی عدالتوں کو بھیجنے کا حکم دیا۔[13]
علماء کرام عدالتی خلع کو خلع نہیں مانتے ا یسی خلع کو غیر شرعی قرار دیتے ہوئے اسے فسخ نکاح قرارد یتے ہیں ۔ اس بارے میں فقہا ء کے اقوال تفصیلا موجود ہیں۔ نیز قیام پاکستان **Error! Bookmark not defined.** سے قبل بھی مقدمات کے فیصلے کرتے ہوئے ججز نے یہ فیصلے دئیے تھے کہ عورت شوہر کی مرضی کے بغیر خلع نہیں کرواسکتی ۔ اس سلسلے میں دو مقدمات بطور نظیر پیش کئے جاتے ہیں ۔
۱۔ عمر بی بی بنام محمد دین [14]
۲۔ سعیدہ خانم بنام محمد سمیع[15]
قیام پاکستان **Error! Bookmark not defined.** کے بعد ۱۹۵۹ء تک عدالتیں بیوی کی جانب سے دائر مقدمات کے فیصلے انہی فیصلوں کو بنیاد بنا کر فسخ نکاح کا فیصلہ کرتی تھیں لیکن ۱۹۵۹ء میں سپریم کورٹ پاکستان نے بلقیس بی بی کے مقدمہ میں خلع کا فیصلہ جاری کیا [16] اور **Error! Bookmark not defined.** اس کے بعد اسی نقطہ نظر کو کئی دیگر مقدمات میں اختیار کیا گیا۔
عدالتوں کے ان فیصلوں کے بارے میں جسٹس تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں:
یہ نقطہ نظر صحت پر مبنی ہے۔ [17] لیکن فقہاء کرام اور **Error! Bookmark not defined.** علماء دین اس نقطہ نظر کے قائل ہیں کہ یہ فیصلے شرعی طور پر درست نہیں اور عدالتوں کو خلع کے اختیارات حاصل نہیں ہے۔ عدالتیں فسخ نکاح کا حکم جاری کر سکتی ہیں ۔

عدالتی خلع کے بارے میں علماء کرام کے اشکالات:

پاکستان **Error! Bookmark not defined.** کے عائلی عدالتوں میں خلع اور **Error! Bookmark not defined.** تنسیخ نکاح کے جو مقدمات پیش کئے جاتے ہیں اس حوالے سے علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ علماء احناف کا مؤقف یہ ہے کہ عدالت تنسیخ نکاح تو کروانے کا حق رکھتی ہے لیکن خلع کا اختیار اسے حاصل نہیں ہے اور خلع زوجین کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے۔ ذیل میں ان آیات و احادیث کو درج کیا جاتا ہے جن کو عدالتی خلع کے ضمن میں بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے۔قرآن کریم میں ہے:الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ **Error! Bookmark not defined.**مرد عورتوں پر حاکم ہیں ۔[18]
طلاق اور **Error! Bookmark not defined.** خلع کے مختارکے متعلق قرآن کریم میں ہے:بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ **Error! Bookmark not defined.** "طلاق دینے کا اختیار اس کو ہے" جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔[19]
سنن ابن ماجہ **Error! Bookmark not defined.** میں ہے:**عَنِ ابْنِ عَ**Error! Bookmark not defined.**بَّاسٍ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ سَيِّدِي زَوَّجَنِي أَمَتَهُ، وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا، قَالَ: فَصَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا بَالُ أَحَدِكُمْ يُزَوِّجُ عَبْدَهُ أَمَتَهُ، ثُمَّ يُرِيدُ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا، إِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ.** یعنی طلاق اسی کے ہاتھ ہے جسے حق جماع حاصل ہے۔[20]
المعجم الکبیرمیں ہے:**يَوْمَ أَتَزَوَّجُهَا فَهِيَ طَالِقٌ الْبَتَّةَ فَقَالَ عَطَاءٌ: «لَا طَلَاقَ لِمَنْ لَا يَمْلِكُ عُقْدَتَهُ، وَلَا عِتْقَ لِمَنْ لَا يَمْلِكُ رَقَبَتَهُ» ، ذَكَرَ ذَلِكَ، عَنِ ابْنِ عَ**Error! Bookmark not defined.**بَّاسٍ، وَأَسْنَدَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.**یعنی طلاق وہ نہیں دے سکتا جو طلاق کی گرہ کا مالک نہ ہو ۔[21]
مندرجہ بالاآیات و احادیث کی روشنی میں خلع فقط شوہر دے سکتا ہے شوہر کے علاوہ کوئی دوسرا کسی کی بیوی کو خلع نہیں دے سکتا۔ان دلائل سے استنباط کرتے ہوئے فقہاء کرام عدالتی خلع کو فسخ نکاح قرار دیتے ہیں کیونکہ اکژ اوقات شوہر خلع پر رضامند نہیں بھی ہوتا تو تب بھی خلع کی ڈگری جاری کردی جاتی ہے بلکہ بعض اوقات یک طرفہ عدالتی کاروائی کی صورت میں عدالت خلع کا حکم دے دیتی ہےاس سبب علماء کرام عدالتی خلع کو فسخ نکاح قرار دیتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ جائزہ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آیا عدالتیں زوجین کے مابین خلع کا اختیار رکھتی ہیں یا نہیں۔؟

عدالتی خلع اور Error! Bookmark not defined. ججز کے اختیارات:

یہ سوالات کہ آیا عدالت کے ذریعے فریقین میں خلع کا فیصلہ کیا جانا شرعی طور پر درست ہے یا نہیں ؟نیز عدالتوں کے ججز کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ وہ زوجین میں خلع کروانے کا اختیار رکھتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں اگر ہم آیت خلع کو سامنے رکھیں تو اس آیت مبارکہ میں دونوں معنی کا احتمال موجود ہے کہ اس میں زوجین اور **Error! Bookmark not defined.** اولی الامر دونوں سے خطاب ہے۔

علامہ قرطبیؒ **Error! Bookmark not defined.** لکھتے ہیں: اس آیت میں خطاب زوجین سے ہے اور **Error! Bookmark not defined.** ان یخافا میں ضمیر ان دونوں کے لئے ہے الا یقیما مفعول ہے اور خفت مفعول واحد کی طرف متعدی ہے یعنی ایک مفعول کو چاہتا ہے ۔ پھر کہا گیا کہ یہ خوف علم کے معنی میں ہے۔ یعنی وہ دونوں یہ جانتے ہوں کہ وہ دونوں یہ جانتے ہوں یا (سمجھتے ہوں)کہ وہ حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکیں گے اور یہ حقوق خوف کے ذریعے ہوتا ہے جو ناخوشگوار امر کے وقوع کا خوف دلاتا ہے اور یہ خوف ظن کے معنی کے قریب ہے پھر کہا گیا الا یخافا پیش کے ساتھ جس کے فاعل کا نام نہیں لیا گیا اور اس کا فاعل محذوف ہے اور وہ ولاۃ (ولی الامر) اور حکام ہیں اور اس تعبیر کو ابو عبیدہ نے اختیار کیا ہے (چنانچہ) ابو عبیدہ نے کہا کہ خدائے عزوجل کا قول فان خفتم زوجین کے علاوہ دوسرے لوگوں کو اس خوف میں مبتلا کردیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ زوجین کا ارادہ کرتا یعنی اس سے زوجین کا ذاتی خوف مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ فان خافا فرماتا اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ خلع سلطان کرتا ہے۔ [22]

مزید لکھتے ہیں:اللہ تعالیٰ کا قول فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ اس آیت میں خطاب حکام اور **Error! Bookmark not defined.** متوسطین(درمیان کے لوگ) مثلا حکم وغیرہ سے ہے یا اس معاملے میں جو لوگ پڑے ہو ں خواہ وہ حاکم نہ ہوں۔ [23]

امام رازی **Error! Bookmark not defined.** ؒ**Error! Bookmark not defined.** فرماتے ہیں:آیت کے پہلے حصے میں خطاب زوجین سے ہے اور **Error! Bookmark not defined.** دوسرے حصے میں خطاب حکام اور آئمہ سے ہے ۔ یہ قرآن مجید میں کوئی اجنبی چیز نہیں ہے۔ یہ بھی جائز ہو کہ پورا خطاب آئمہ حکام سے ہو کیونکہ وہ لینے اور دینے کا حکم دیتے ہیں، جب مسئلہ ان کی طرف لے جایا جائے۔ پس گویا وہ لینے اور دینے والے ہیں۔ [24]

یہ خطاب حکام سے ہے اور **Error! Bookmark not defined.** (معاوضہ)لینے اور دینے کی نسبت ان حکام کی طرف اس لئے ہے کہ وہ اس لین دین کا حکم دینے والے ہیں جب کہ معاملہ ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور ایک قول ہے کہ خطاب ازواج سے ہے اور اس کے بعد حکام سے۔ [25]

اس رائے کو علامہ زمخشری **Error! Bookmark not defined.** ؒ، امام نسفی **Error! Bookmark not defined.** ؒنے اختیار کیا ہے۔ [26]

قاضی ثنا اللہ پانی پتی

ان مفسرین کی آراء سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خلع کے معاملے میں حکام یا اولی الامر، سلطان یا قاضی فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

عداالتی خلع کے بارے میں علماء کرام و مفتیان کرام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ خلع چونکہ زوجین کی باہمی رضامندی سے ہوتا ہے چونکہ عدالتی نظام میں تنسیخ نکاح کی وجوہات بیان کرکے عدالت سے خلع لیا جاتا ہے اس میں شوہر کی رضامندی کو بھی مدنظر نہیں رکھا جاتا اور **Error! Bookmark not defined.** نہ شوہر کی جانب سے دئے جانے والے مہر اور دیگر جائیداد وتحائف واپس کئے جاتے ہیں اس لئے یہ سراسر شرعی احکامات سے متصادم ہیں۔ اور فاضل ججز شوہر کی رضامندی کے بغیر ہی خلع کی ڈگری جاری کردیتے ہیں جو درست شرعی طریقہ نہیں ، لہذا فقہاء کی آراءمیں عدالتی نظام کے تحت شوہر اور بیوی کے درمیان تنسیخ نکاح کے جن مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا ہے وہ فسخ نکاح ہے خلع نہیں ہے ۔

جسٹس ایس اے محمود **Error! Bookmark not defined.** نے خلع کے مشہور مقدمہ خورشید بی بی بنام بابو محمد امین کے فیصلہ میں اس حوالے سے اپنے دلائل کچھ یوں دئیے:

قرآن کی آیت مبارکہ ۲۲۹ اور **Error! Bookmark not defined.** اس کی تفسیر اور ان خفتم کی صراحت فرمائی ہے کہ تم کے لفظ سے اولی الامر کی طرف اشارہ ہے اگر خاوند بیوی کے مطالبہ پر علیحدگی سے انکار کردے تو قاضی کی مداخلت ضروری ہو جاتی ہے۔

خلع ایک حق ہے جو بیوی کو دیا گیا ہے اور **Error! Bookmark not defined.** اس بابت کتاب فرق الزواج فی مذاہب الاسلامیہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ بیوی کا خلع کا حق قاضی کے اس نتیجہ پر پہنچنے پر انحصار کرتا ہے کہ میاں بیوی حدود اللہ میں نہ رہ سکتے ہوں ۔

طلاق وہ حق ہے جو مرد کا ہے جبکہ خلع عورت مانگتی ہے اور **Error! Bookmark not defined.** قاضی کسی بدلہ کے عوض اسے مؤثر کرتا ہے دونوں کا نتیجہ شادی کے خاتمہ کی صورت میں نکلتا ہے لیکن اثرات مختلف ہیں خلع کی صورت میں قاضی مناسب وجوہات کی بنیاد پر خاوند کی مرضی کے خلاف شادی فسخ کرتا ہے اور مرد کے طلاق نہ دینے کے باوجود شادی ختم ہوجاتی ہے۔ [27]لہذا خلع دو طرح سے ہوسکتا ہے۔

۱۔ باہم رضامندی سے

۲۔ قاضی یا عدالت کے حکم سے

پاکستان **Error! Bookmark not defined.** میں قائم عدالتی نظام میں تمام عدالتی سطحوں پر جن ججز کا تقرر کیا جاتا ہے وہ قاضی ہی کے مترادف ہیں جو کہ طلاق وخلع کے معا ملات کے فیصلہ مسلم قوانین میں بیان کردہ بنیادوں

ہی پر فیصلہ کرتے ہیں ۔ اور **Error! Bookmark not defined.** یہ اس کے دائرہ اختیار میں ہے ۔ امام سرخسی **Error! Bookmark not defined.** ؒ قاضی کے اختیارات کے بارے میں لکھتے ہیں:
قاضی کے پاس علیحدگی مؤثر کر کے ظلم روکنے کی طاقت ہوتی ہے۔[28]
اس کیس میں ججز نے یہ فیصلہ دیتے ہوئے یہ مؤقف اختیار کیا کہ جہاں خلع کے معاملے میں زوجین میں کوئی معاملہ طے نہ ہو اور **Error! Bookmark not defined.** شوہر خلع دینے پر راضی نہ ہو تو عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ خلع کی ڈگری جاری کردے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کو حکم دیا ہے کہ وہ بیوی کو بھلے طریقے سے روکے یا رکھے یا پھر اسے اچھے طریقے پر رخصت کردے ۔ اگر شوہر ایسا نہیں کرتا تو پھر اس کی جگہ قاضی ایسا کرے گا۔ شوہر کا عورت کے مطالبہ پر اسے طلاق نہ دینا عورت پر ظلم ہے تو پھر ایسی صورت میں قاضی فیصلہ کرے گا اور یہ قاضی کے لئے جائز ہوگا کہ وہ شادی فسخ کروادے۔
فیڈرل شریعت کورٹ نے سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے بارے میں کہا:
The above section, especially the new provision was challenged in six identical petitions in the Federal Shariat Court.[29] The FSC posed itself the question whether the Prophet acted as a Qadi or as a Head of State or a Messenger of God? The Court observed that :
With great regard and utmost respect for the scholarship, „Taqwa" and deep insight of the eminent Aimma Ezam (آئمہ عظام and Ulema kiram) علماء کرام (this Court cannot declare any law or provision of law merely on the basis of views, verdicts and Fatawa issued by the honourable scholars whosoever they might be.[30]

The Court held that "The impugned provision of law [i.e., S. 10(4)] was not found to be in conflict with any specific injunction contained in the Holy Qur"an and Sunnah of the (Holy Prophet) [31]The Court further observed that The courts are there to dissolve [*sic* resolve] the disputes that arise between the parties. They can decide all type of matters including, admittedly, dissolution of marriage on certain grounds. One wonders why they are not authorized to decide the case of Khula [*khul'*], if a husband does not at all agree to the divorce of his wife and all the reconciliatory efforts fail.[32]
After discussing the various arguments, verses of the Qur"an, *ahadith*, and opinions of jurisprudents, the Court came to the conclusion that "there is no specific verse or authentic Ahadith that provides a bar to the exercise of jurisdiction by a competent Qazi to decree the case of Khula agitated before him by a wife after reconciliation fail."[33]
This was indeed a very bold decision and must be appreciated.[34]

مولانا مودودی **Error! Bookmark not defined.** ؒججز کے اختیار کے بارے میں لکھتے ہیں:
خلع کے لئے صرف اس قدر کافی ہے کہ عورت اپنا پورا مہر یا اس کا ایک حصہ پیش کرکے علیحدگی کا مطالبہ کرے اور **Error! Bookmark not defined.** مرد اس کو قبول کر کے طلاق دے دے۔ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ **Error! Bookmark not defined.** ؕ[35] کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں جو معاملہ گھر کے اندر طے ہوسکتا ہے ۔ اسلام اسے عدالت میں لے جانا ہر گز پسند نہیں کرتا۔
اگر عورت فدیہ پیش کرے اور **Error! Bookmark not defined.** مرد قبول نہ کرے تو اس صورت میں عورت کو عدالت سے رجوع کرنے کا حق ہے جیساکہ آیت مذکورہ بالا میں فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ کے الفاظ سے ظاہر ہے ۔ اس آیت میں خفتم کا خطاب ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے اولی الامر ہی کی طرف ہے چونکہ اولی الامر کا اولین فرض حدود اللہ کی حفاظت ہے ، اس لئے ان پر لازم ہوگا کہ جب حدود اللہ کے ٹوٹنے کا خوف محقق ہوجائے تو عورت کو اس کا وہ حق دلوادیں جو انہی حدود کے تحفظ کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کیا ہے۔[36]
حافظ صلاح الدین **Error! Bookmark not defined.** ثابت بن قیسؓ **Error! Bookmark not defined.** کی زوجہ کی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں خلع کی درخواست کے حوالے سے لکھتے ہیں:
جب بد شکل ہونے کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو خلع کا حق دے دیا، جب کہ یہ انسان کے اپنے اختیار کا معاملہ بھی نہیں تو جو خاوند اپنے اختیار سے عورت کے ساتھ ظلم وزیادتی کا معاملہ کرے یا اسے نان ونفقہ مہیا نہ کرے یا وہ اس کے جنسی حقوق ادا نہ کرے ، یا ادا کرنے کے قابل ہی نہ ہو تو پھر عورت ایسے خاوند سے علیحدگی کیوں اختیار کر سکتی؟ یقینا کر سکتی ہے ۔ اسلام نے ہر ظلم کا راستہ بند کیا ہے تو عورتوں پر ظلم کا راستہ وہ کیوں بند نہیں کرتا۔ عورت کا خلع کا یہ حق اسی لے دیا گیا ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا انسداد کر سکے۔[37]
قاضی شریعت کے مقاصد کو قائم رکھنے کے لئے زوجین میں خلع کے بارے میں پیدا ہونے والے تنازعہ کا فیصلہ کرنے کا اختیار کرتا ہے۔ لیکن اگر شوہر عدالت کا حکم ماننے سے انکار کر دے تو ایسی صورت میں کیا عدالت جبرا اپنا حکم نافذ کر سکتی ہے ؟

مولانا مودوی Error! Bookmark not defined. رقمطراز ہیں : نبی کریم ﷺ Error! Bookmark not defined. نے کوئی فیصلہ صادر کیا ہو اور Error! Bookmark not defined. کسی نے اس سے سرتابی کی جرأت کی ہو اس کی کوئی مثال عہد نبوی ﷺ میں موجود نہیں۔ لیکن سیدنا علیؓ Error! Bookmark not defined. کے اس فیصلہ پر ہم قیاس کر سکتے ہیں جس میں آپؓ نے ایک ہٹ دھرم شوہر سے فرمایا تھا لست ببارح حتیٰ ترضی بمثل مارضیت بہ ۔ یعنی تجھے نہ چھوڑا جائے گا جب تک تو بھی اسی طرح حکمین کا فیصلہ قبول کرنے پر راضی نہیں ہوجس طرح عورت راضی ہے۔ اگر قاضی ایک شوہر کو حکمین کا فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار پر حراست میں رکھ سکتا ہے تو وہ خود اپنا فیصلہ منوانے کے لئے تو بدرجۂ اولیٰ قوت استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ دنیا کے تمام معاملات میں سے صرف ایک خلع ہی کا مسئلہ ایسا ہو جسے قاضی کے اس حق سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ فقہ کی کتابوں میں متعدد جزئیات ایسے ملتے ہیں جن میں قاضی کو اختیار دیا ہے کہ اگر شوہر اس کے حکم سے طلاق نہ دے تو قاضی خود تفریق کروادے۔ پھر کیوں نہ خلع کے مسئلہ میں بھی قاضی کو یہ اختیار حاصل ہو۔ [38]

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن Error! Bookmark not defined. لکھتے ہیں:فقہاء کے نزدیک خلع کے لئے حاکم وقت کی موجودگی ضروری نہ ہونے کا صرف یہ مطلب لیا جائے گا کہ فریقین باہمی رضامندی سے خلع کرنا چاہیں تو اس کے جواز کے لئے حکم حاکم یا قاضی کی شرط نہیں۔ چنانچہ اگر فریقین باہمی رضامندی سے علیحدگی اختیار کرنا چاہیں تو اس کو فقہی اصطلاح میں مبارات کہا گیا ہے جو خلع کے حکم میں ہے۔ لیکن اگر فریقین میں ناچاقی ہو تو اس کا فیصلہ کہ وہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور Error! Bookmark not defined. خلع کرنا چاہے کوئی تیسرا شخص ہی کرسکتا ہے۔چنانچہ اگر عورت رشتہ زوجیت کو منقطع کرنا چاہے اور مرد کو اس کا بدل دینے کے لئے آمادہ ہو تو اسلام مذکورہ شرائط کے ساتھ عورت کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ حاکم وقت یا اس کی قائم کردہ عدالت میں حاضر ہو کہ استغاثہ پیش کرے اور بذریعہ عدالت شوہر سے خلع حاصل کرے۔ قرآن کی آیت فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ اور ثابت بن قیس ؓکو رسول کریم کا حکم دینا کہ تم اپنا باغ (یا دو باغ) واپس لے لو اور زوجہ کو طلاق دے دو، اس امر کا بین ثبوت ہے کہ زوجین میں ناچاقی کی صورت میں عورت کی درخواست پر خلع کرانا عدالت کا فرض ہے کہ جبکہ وہ اس پر مطمئن ہو جائے کہ فریقین کے لئے باہمی مباشرت میں احکام خداوندی کی پابندی کرناممکن نہیں ہے ۔ ثابت بن قیسؓ Error! Bookmark not defined. کے معاملے میں رسول کریم ﷺ کا فیصلہ یقینا اسلام کے سب سے پہلے قاضی کی حیثیت میں تھا۔ [39]

خلع کا حق اسلام نے عطا فرمایا ہے اور Error! Bookmark not defined. قانون عورت کو اس حق سے محروم نہیں کرسکتا لیکن ایسے اقدامات ضرور کئے جاسکتے ہیں جن کی وجہ سے اس قانو ن کا غیر ضروری اور بے جا استعمال کم کیا جاسکے اور یہ اقدامات بھی عصری معاشرتی صورتحال کے تناظر میں کئے جائیں۔یہ نہ کہ اس اجازت کو جواز بناکر خلع کو اس قدر آسان کردیا جائے کہ خاندان کا شیراز بکھر کر رہ جائے۔

نشوز عورتیں بلا وجہ خلع کی طالب ہوں تو ضروری ہے کہ ان سے حق مہر یا اس سے زیادہ دیا ہوا سامان وغیر ہ واپس لینے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ نشوز عورتیں اپنے شوہر تبدیل کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتیں۔ اور Error! Bookmark not defined. معاشرتی بگاڑ کا موجب بنتی ہیں۔ لہذا ایسے میں خلع کی ڈگری دیتے ہوئے عدالتوں کو مرد اور عورت کے کردار پر غور کر کے فیصلہ کرنا شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے مترادف ہوگا ۔ اور اس سلسلے میں عدالتوں کے لئے شرعی احکامات پر مناسب قانون سازی کی ضرورت ہے۔ نیز عدالتوں کو قانون سازی کے باوجود بصیرت سے فیصلے کرنا معاشرتی استحکام کے لئے ضروری ہے۔ [40]

پاکستان.Error! Bookmark not defined کی عدالتی صورتحال اور Error! Bookmark not defined. مقدمات خلع وتنسیخ نکاح

ہماری عدالتوں میں جو مقدمات دائر کئے جاتے ہیں ان کے فیصلوں میں خلع اور Error! Bookmark not defined. فسخ نکاح کے مابین فرق نہیں کیا جاتا۔ عدالتوں میں عورتیں اپنے شوہروں کے خلاف مقدمات درج کرواتیں ہیں اور جج کی طرف سے جو فیصلہ آتا ہے وہ خلع کا ہوتا ہے ،اسلام میں خلع کی بھی حقیقت ہے اور تنسیخِ نکاح کی بھی حقیقت ہے ،البتہ ان دونوں میں فرق ہے ،خلع کے لیے کسی سبب کی ضرورت نہیں ،جبکہ تنسیخ کے لیے مخصوص اسباب ہیں جن کے بغیر جج تنسیخِ نکاح کا فیصلہ نہیں کرسکتا،نیزتنسیخ کے لیے شوہر کی رضامندی ضروری نہیں جبکہ خلع کے لیے شوہر کی رضامندی ضروری ہے، خلع اور Error! Bookmark not defined. فسخ نکاح کے باب میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش یہ ہے کہ عدالتیں دونوں میں فرق کریں[41]

عدالتی خلع کے حوالے سے موجود اشکالات کے خاتمے کی تجویز

کورٹ سے جاری شدہ خلع نامہ پر شوہر رضامندی کا اظہار کردےیا اس پر دستخط کر دے تو یہ بھی اسکی طرف سے خلع ہے ،اور Error! Bookmark not defined. بایں طرح عورت پر طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔اگر شوہر اس سے تین طلاقوں کی نیت کرے تو بھی درست ہے اور بایں صورت عورت مغلظہ ہوجائے گی۔

جیساکہ فتاوی ہندیہ میں ہے:**(وحکمہ) وقوع الطلاق البائن کذا فی التبیین.وتصح نیۃ الثلاث فیہ.**[42]

خلع میں جس طرح شوہر کا قبول کرنا ضروری ہے اسی طرح عور ت کا قبول کرنابھی شرط ہے محض شوہر کے خلع دینے یا عورت کے علیحدگی کا فیصلہ کر لینے سے خلع نہیں ہوتی لہذا زوجین یا ان میں سے کسی ایک کی عدم رضا و بلااجازت کورٹ سے خلع یا طلاق حاصل کی جائے تو وہ شرعی معیار کے مطابق نہیں چنانچہ عدالت مخصوص اسباب کے پیش نظر بعض صورتوں میں نکاح کو فسخ کرسکتے ہیں ۔

مثلاً:شوہر بیوی کو نفقہ نہ دیتا ہو یا بلاوجہ مارپیٹ کرتا ہو ،حقوقِ زوجیت ادا نہ کرتا ہو، اسے معلق حالت میں روکے رکھنا چاہتا ہو ،کہ نہ اسے بیوی کے طور پر رکھے ،نہ ہی طلاق دے کر آزاد کرے ،عورت جوان ہے اور **Error! Bookmark not defined.** شوہر ایسے موذی مرض میں مبتلا ہے کہ حقوقِ زوجیت ادا کرنے پر قادر نہیں، یا اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتا اور عورت کی اس صورتِ حال کی بنا پر گناہ میں مبتلا ہو نے کا اندیشہ ہے عورت جوان ہے اور شوہر کو دس ،پندرہ ،بیس سال یا عمر قید کی سزا ہو گئی ہے اور عورت کے لئے اپنے نفس پر قابو پانا دشوار ہے، اس کے گناہ میں مبتلا ہو نے کا اندیشہ ہے ۔درج بالااسباب اگر مبرھن ہوں اور ان اسباب کے پیشِ نظر جج حکمِ خلع دے جو کہ تنسیخ نکاح کے معنیٰ میں ہے تو اسکے نفاذ کا حکم دیا جائے گا ۔ اور نوے (90) دنوں کے بعد دونوں میں علیحدگی متصور ہوگی۔اور وہ عورت عدت کے بعد کسی اور مرد سے نکاح کرسکتی ہے ۔

مشاہدے میں آیا ہے کہ عدالتوں کےفیصلے بعض اوقات خلع پر مبنی ہوتے ہیں اور **Error! Bookmark not defined.** جج خلع کا فیصلہ لکھتا ہے ،حالانکہ اکثر مقدمات میں شوہر پیش بھی نہیں ہوتا ،اور کئی مقدمات ایسے ہیں بھی ہوتے ہیں جن میں شوہر کا پتہ ہی غلط لکھوایا جاتا ہے ، لہذا دیکھا جائے گا:اگر کورٹ میں شہادتوں سے ان اسباب کو جن کو اصحابِ فقہ نے بیان کیا ثابت کیا گیا اور **Error! Bookmark not defined.** جج نے ان شہادتوں کے پیشِ نظر فیصلہ کیا اگرچہ اسمیں تنسیخ کا لفظ استعمال نہیں کیا ،بلکہ خلع کا لفظ استعمال کیا تو اس خلع کو تنسیخ کے معنٰی میں لیا جائے اور ججزیہ حکم دیں کہ تنسیخِ نکاح ہوگئی ۔

اور **Error! Bookmark not defined.** اگر کورٹ میں شہادتیں پیش نہیں ہوئی اوربغیر شہادتوں کے فقط عورت کے کہنے پر اسکو مان لیا گیا اور چند ایک پیشیوں کے بعد خلع کا فیصلہ کردیا گیا اور شوہر عدالت میں پیش بھی ہوجائے لیکن خلع دینے پر رضامند نہ ہو تب بھی عدالت اپنے اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے خلع کا فیصلہ دے دیا جائے تاکہ عورت کو ضرر سے محفوظ رکھا جاسکے۔

خلع کے مقدمہ میں دراصل یہ سوال قاضی کے لئے تنقیح طلب ہے ہی نہیں کہ عورت آیا جائز ضرورت کی بنا پر طالب خلع ہے یا محض نفسانی خواہشات کے لئے علیحدگی چاہتی ہے۔ اس لئے نبی ﷺ اور **Error! Bookmark not defined.** خلفائے راشدین ہونے کی حیثیت سے جب مقدمات خلع کی سماعت کی تو اس سوال کو بالکل نظر انداز کردیا کیونکہ اول تو اس بات کی تحقیق کرنا کسی قاضی کے بس کا کام نہیں ۔ دوسرے خلع کا حق عورت کے لئے اس حق کے مقابلے میں ہے جو مرد کو طلاق کی صورت میں دیا گیا ۔ اور ذواقیت کا احتمال دونوں صورتوں میں یکساں ہے ۔ مگر مرد کے حق طلاق کو قانون میں اس قید کے ساتھ مقید نہیں کیا گیاہے کہ وہ ذواقیت کے لئے استعمال نہ کیا جائے ۔ تیسرے بات یہ ہے کہ کوئی طالب خلع عورت دو حال سے خالی نہ ہوگی یا فی الحقیقت خلع کی جائز ضرورت رکھتی ہوگی یا محض ذواقہ ہوگی اگر پہلی صورت ہے تو اس کے مطالبے کو رد کرنا ظلم ہوگا اور اگر دوسری صورت ہے تو اس کو خلع نہ دلوانے سے شریعت کے اہم مقاصد فوت ہوجائیں گے۔ [43]

مولانا کلیم اللہ عمری مدنی لکھتے ہیں:خلع زوجین کی رضامندی سے ہوگا، البتہ معاملہ رضامندی سے حل نہ ہونے کی صورت میں قاضی وقت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ حالات کا مکمل جائزہ لینے کے بعد شقاق کی وجہ سے خلع کا فیصلہ کردے، استدلال میں یہ حدیث : اقبل الحدیقۃ وطلقھا تطلیقۃ پیش فرمایا ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں قاضی خود فیصلہ کرے یا حکمین کا تقرر کرے اور **Error! Bookmark not defined.** وہ فیصلہ کردیں۔ [44]

مولانا مودودی **Error! Bookmark not defined.**ؒ لکھتے ہیں کہ آیت (البقرہ : ۲۲۹)خلع میں خود زوجین کا ذکر تو غائب کے صیغو ں کے ساتھ کیا گیا ہے لہذا لفظ ان خفتم کے مخاطب مسلمانوں کے اولی الامر ہیں اور **Error! Bookmark not defined.** حکم منشاء یہ ہے کہ اگر خلع پر زوجین میں باہمی ر ضامندی حاصل نہ ہو تو اولی الامر کی طرف رجوع کیا جائے ۔ نبی کریم ﷺ **Error! Bookmark not defined.** اور خلفاء راشدین کے پاس خلع کے دعوے لے کر عورتوں کا آنا اور آپ ﷺ کا ان کی سماعت کر نا خود اس بات کی دلیل ہے کہ جب زوجین میں خلع پر راضی نامہ نہ ہوسکے تو عورت کو قاضی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اب اگر فی الواقع قاضی اس معاملہ میں صرف سماعت کا اختیار رکھتا ہو مگر مرد کے راضی نہ ہونے کی صورت میں اس سے اپنا فیصلہ منوانے کا اقتدار نہ رکھتا ہو تو قاضی کو مرجع قرار دینا سرے سے فضول ہی ہوگا کیونکہ اس کے پاس جانے کا نتیجہ بھی وہی ہوگا جو نہ جانے کا ہے۔ [45]

عدالت میں مقدمہ دائر کرتے وقت ہی اگر عورت کو اس حوالے سے راہنمائی دی جائے کہ خلع اور **Error! Bookmark not defined.** فسخ نکاح میں کیا فرق ہے ؟کن حالات میں کس نوعیت کا مقدمہ قائم کیا جائے ؟ اس حوالے سے کیا دشواریاں پیش آسکتی ہیں اس بارے میں بھی آگاہ کیا جائے۔ ہمارے ملک میں یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ عورت تو عورت مرد وں کی اکثریت کو بھی خلع و تنسیخ نکاح میں فرق معلوم نہیں ہوتا اس کا ایک باعث جہاں ناخواندگی ہے تو دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عوام الناس قانونی و فقہی معاملات کا فہم بھی نہ ہونے کے برابر رکھتے ہیں اگر کوئی تعلیم یافتہ ہے بھی توان قانونی نکات ومباحث سے واقفیت نہیں لہذا اس حوالے سے وکلاء وقانونی ماہرین کا یہ فرض اولین بنتا ہے کہ جب عورت یا اس کے اولیاء ان سے قانونی راہنمائی کے لئے آتے ہیں تو انہیں خلع اور تنسیخ نکاح میں فرق اور عدالتی طریقہ کار کے بارے میں واقفیت دیں۔ کیونکہ جب حالات ناگزیر صورت اختیار کرتے ہیں تب ہی عورت یا اس کے ورثا وکلاء کی طرف رجوع کرتے ہیں اس وقت ان کا مقصد صرف عدالت کے ذریعے فریقین کے درمیان تفریق کروانا ، عورت کو خلع یا نکاح کی تنسیخ کروانا ہوتا ہے۔ عوام الناس کواس حوالے سے شعور نہیں ہوتا چنانچہ وکلاء جیسے کہتے ہیں وہ اپنے مقدمے کے لئے دائر درخواست میں اسی مؤقف کو اختیار کرتے ہیں۔ جب ابتدائی طور پر انہیں اس بارے میں واقفیت دی جائے گی تو اس کے بعد عورت یا اس کے ورثا جس قانون کے تحت مقدمہ دائر

کرنا چاہیں اس کے تحت دائر کیا جائے۔
عدالتی کاروائی کے دوران ججز اس بات کو یقینی بنائیں کہ فریقین یا ان کے وکلاء یا ورثا عدالت میں موجود ہو۔ یک طرفہ کاروائی سے حتی المقدرو اجتناب برتا جائے ۔ اگر شوہر خلع یا تنسیخ نکاح کے مقدمہ میں بار بار کے نوٹسز وصول پانے کے باوجود پیش نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں جب وہ پیش نہیں ہوتا تو جج پر لازم ہے کہ قوت مملکت ہونے کے ناتے وہ پولیس کو پابند کرے کہ شوہر کو عدالت میں پیش کیاجائے نیز اس سلسلے میں قانون سازی اور **Error! Bookmark not defined.** ججز کو اختیارات سے نوازنا حکومت کی ذمے داری ہے۔
خلع کے مقدمہ میں اسباب و وجوہ کی تحقیق کرنا قاضی یا جج پر لازم نہیں لہذا اگر عدالت کو اس بات کا اطمینان ہوجائے کہ اب عورت اپنے شوہر کے ساتھ مزید نہیں رہنا چا ہتی اور **Error! Bookmark not defined.** ان کے درمیان تعلقات کی نوعیت اس نہج پر ہے کہ فریقین اب حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکتے۔ لہذا عدالت خلع کا حکم صادر کرے گی اور عورت اپنے شوہر کو وصول شدہ مہر واپس کرنے کی پابند ہوگی اور اگر شوہر نے مہر ابھی تک ادا نہیں کیا تو وہ اس سے محروم رہے گی۔ اس کی دوسری صورت یہ بھی ہوسکتی ہے اگر شوہر خلع دینے پر راضی نہ ہو توعدالت کو چاہیے کہ ترغیب و ترہیب سے جس میں شوہر کو تعزیراً حوالات میں بھی رکھا جاسکتا ہے شوہر کو طلاق پر آمادہ کیاجائے۔ اب اگر شوہر خلع کے مقدمہ میں خلع پر راضی نہیں ہے تو عدالت جبرا اپنا فیصلہ نافذ کرسکتی ہے امام مالک **Error! Bookmark not defined.** ؒ نے حکمین کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ زوجین کے مابین مصالحت کراسکتے ہیں اور تفریق کا بھی اختیار ہے۔ خواہ اس میں شوہر کی اجازت نہ ہو اگر حکمین اصلاح نہ کرواسکیں تو پھر وہ اس کی رپورٹ قاضی کو پیش کر یں گے اور وہ ان کے مابین تفریق کروادے گا۔ [46](لہذا اگر حکمین اس بات کا اختیار رکھتے ہیں تو قاضی یا جج بدرجہ اولیٰ اس بات کا اختیار رکھتا ہے کہ وہ حق کی وصولی کے لئے دوسرے فریق پر جبرا اپنا حکم نافذ کردے۔ کیونکہ ان کا کام حدود کا قیام اور حقوق کی حفاظت و دستیابی ہوتا ہے۔) کیونکہ اس سے عورت کو دیا جانے ولا حق متاثر ہوتا ہے۔ نیز اگر شوہر یا اس کا وکیل یا ورثا نوٹسز وصول پانے کے باوجود عدالتی کاروائی میں مسلسل غیر حاضر رہتے ہیں یا انہوں نے جواب دعویٰ داخل نہیں کیا ہے تو ایسی صورت میں عدالت فسخ نکاح کا حکم جاری کردے ۔ اور فسخ نکاح کے اسباب پر ہی اس کو محمول کیا جائے۔ نیز جو مقدمہ تنسیخ نکاح کے تحت دائر کیا جائے اس کے فیصلہ میں خلع کا حکم نہ دیا جائے۔
عموما خلع و طلاق کے کچھ مقدمات کے فیصلے یکطرفہ ہوتے ہیں اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ فریق مخالف مدعی کو تنگ کرنے ، ان سے انتقام لینے ، ان کے خاندان کی تذلیل کرنے اور **Error! Bookmark not defined.** عدالت میں خوار کرنے یا اپنی عزت اور خوف کی وجہ سے عدالت کا سامنا نہیں کرتا یا سمجھتا ہے کہ وہ عدالت چلا بھی جائے تو خلع کو روک نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مدعی اپنا اور فریق مخالفت کا غلط پتہ تحریر کرکے مجاز عدالت کی بجائے کسی دوسری عدالت سے یکطرفہ فیصلہ اور من پسند یونین کونسل سے طلاق کنفرمیشن سرٹیفکیٹ حاصل کرلیتاہے۔ علماء کرام یک طرفہ عدالتی خلع کو تسلیم نہیں کرتے اور اگر عدالت یک طرفہ طور پر خلع کی ڈگری جاری کر بھی دے تب بھی وہ فتوٰی یہ دیتے ہیں کہ زوجین میں تفریق نہیں ہوئی ۔ بہت سے مقدمات کا فیصلہ ہوجانے کے بعد اگر کچھ عرصہ کے بعد فریقین میں مصالحت ہوجائے تو وہ اس بارے میں فتوٰی لیتے ہیں کہ آیا یک طرفہ عدالتی فیصلے کے بعد بھی وہ میاں اور بیوی کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں یا نہیں ایسے میں انہیں فتوٰی دیا جاتا ہے کہ یک طرفہ طور پر عدالتی فیصلے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ زوجین کے مابین رشتہ مناکحت قائم ہے ۔
مولانا محمد یوسف لدھیانوی **Error! Bookmark not defined.** لکھتے ہیں: شرعا صحیح فیصلہ کی صورت یہ ہے عورت کے دعوی دائر کر نے پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور **Error! Bookmark not defined.** اس سے عورت کی شکایات کے بارے میں دریافت کرے ۔ اگر وہ اس کی شکایات کو غلط قرار دے تو عدالت عورت سے اسکے دعوی پر شہادتیں طلب کرے ، اور شوہر کو صفائی کا پورا موقع دے ، اگر تمام کاروائی کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ شوہر ظالم ہے اور عورت کی علیحدگی اس سے ضروری ہو تو عدالت شوہر سے کہے کہ وہ اس کو طلاق دے دے اگر اس کے بعد بھی شوہر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے ۔ اور مظلومہ عورت کی گلو خلاصی نہ ہو تو عدالت از خود تنسیخ نکاح کا فیصلہ کردے، اگر اس طریقہ سے فیصلہ ہو تو عورت عدت کے بعد دوسری جگہ عقد کر سکتی ہے اور عدالت کا یہ فیصلہ صحیح سمجھا جائے گا۔ [47]
عدالت کو خلع کے پس پردہ عورت کی مجبوری یا عورت کی طرف سے زیادتی یا نفرت کے تمام پہلوؤں کو زیر غور لانا ضروری ہوگا۔ جو شریعت کی بنیاد ہے ، خلع کی بنیاد پر تنسیخ میں عورت کو حق مہر یا نان ونفقہ نہیں دیا جاسکتا۔ [48]
خلع کا حق عورت کو بذریعہ عدالت حاصل کرنا ہوتا ہے ، اور **Error! Bookmark not defined.** اس میں عورت کو اسلامی شریعت میں پابند کیاگیا ہے کہ وہ حق مہر واپس کرے، یاکوئی بھی تحفہ جو اس نے خاوند سے حاصل کرلیا ہو یا دونوں واپس کرے۔ [49]
خلع میں زوجین کی رضامندی ضروری ہے لیکن اگر زوجین میں اس حوالے سے تنازعہ ہوتا ہے تو پھر عورت عدالت کے ذریعے خلع حاصل کرسکتی ہے اور **Error! Bookmark not defined.** اسے مہر یا وہ رقم جس پر شوہر رضامند ہو خلع لے سکتی ہے ۔ شوہر کی جانب سے خلع نہ دینے کی صورت میں آیا عدالت یک طرفہ طور پر فیصلہ کرسکتی ہے یا نہیں اور اس یک طرفہ عدالتی فیصلہ کی کیا حیثیت ہے؟۔ ذیل میں اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

یک طرفہ عدالتی خلع کی شرعی حیثیت

یک طرفہ عدالتی خلع کے فیصلہ کی شرعی حیثیت میں قضاء علی الغائب کا معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، جن

مسالک فقہ میں قضاء علی الغائب کا جواز نہیں وہ یک طرفہ عدالتی فیصلہ کے جواز کے قائل نہیں اور **Error! Bookmark not defined.** جن مسالک فقہ میں قضاء علی الغائب جائز ہے وہ یک طرفہ عدالتی فیصلہ کے قائل ہیں۔ اس حوالے سے ان مسالک فقہ کی آراء کو پیش کیا جاتا ہے۔

احناف کا نقطہ نظر

امام کاسانی**.Error! Bookmark not defined** ؒ قضاء علی الغائب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

جملہ شرائط میں سے یہ شرط خاص ہے کہ مدعا علیہ فیصلے کے وقت عدالت میں حاضر ہو۔ اگر غیر حاضر ہو تو اس کے حق میں فیصلہ کرنا جائز نہ ہوگا البتہ اگر اس کا نائب حاضر ہو تو پھر فیصلہ کرنا جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے غیر حاضر فریق کے خلاف فیصلہ کرنا جائز نہیں ہوتا اسی طرح غیر حاضر فریق کے حق میں فیصلہ کرنا بھی جائز نہیں۔ [50]

ایک شرط یہ ہے کہ مسئلے کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو قاضی سے فیصلے کے لئے نالش کی جائے۔ اس لئے کہ عدالتی فیصلہ حق حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور**.Error! Bookmark not defined** وہ اس کا حق ہے اور انسان کو اس کا حق اس کی طلب کے بغیر نہیں دلوایا جاتا ۔

محکوم علیہ سے متعلق صرف ایک شرط ہے اور**.Error! Bookmark not defined** وہ یہ ہے کہ وہ حاضر عدالت ہو کیونکہ غیر حاضر فریق کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر اس کا نائب حاضر ہو تو پھر فیصلہ کرنا جائز ہے۔ [51]

احناف کے دلائل

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ**.Error! Bookmark not defined** سے فرمایا تم دو فریقوں میں سے کسی کے لئے اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک کہ تم دوسرے کا کلام نہ سن لو[52]

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ**.Error! Bookmark not defined** نے قاضی کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ مدعااور مدعاعلیہ دونوں فریقوں کے بیانات سنے بغیر فیصلہ کرنے سے نہ کرے۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ دیا مقدمے کے دونوں فریقین کا حاکم یا قاضی کے سامنے بٹھانا چاہئے۔ [53]

ان دونوں احادیث سے احناف استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قضاء علی الغائب جائز نہیں ہے۔

مالکیہ ، شافعیہ اور Error! Bookmark not defined.**حنابلہ کا نقطہ نظر**

مالکیہ، شافعیہ اور**.Error! Bookmark not defined** حنابلہ قضاء علی الغائب کےجواز کے قائل ہیں کہ مدعا علیہ کی عدم موجودگی میں مدعی کے قول پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

ابن رشدؒ**.Error! Bookmark not defined** لکھتے ہیں:امام مالک**.Error! Bookmark not defined** ؒ اور**.Error! Bookmark not defined** امام شافعی**.Error! Bookmark not defined** ؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی غیابت بعید ہو (یعنی شرعی سفر یا اس سے زیادہ ہو) تو قاضی اس کی عدم موجودگی میں فیصلہ کر سکتا ہے۔ جبکہ اما م ابو حنیفہ ؒ اس کے قائل نہیں ہیں۔ مالکیہ میں سے ابن ماجشون نے احناف کا مسلک اختیار کیا ہے، اور دلیل یہ دی ہے کہ ھند ؓ کی حدیث قضاء علی الغائب کے معاملہ میں حجت نہیں ہے ، کیونکہ ابو سفیان تو شہر سے غائب نہیں تھے بلکہ وہ تو وہیں موجود تھے۔[54]

دلائل

حضرت عائشہ ؓ**.Error! Bookmark not defined** سے روایت ہے کہ ہند بنت عتبہ نے آکر کہا کہ ابو سفیان کنجوس آدمی ہے وہ مجھے اور**.Error! Bookmark not defined** میرے بچوں کو کافی خرچ نہیں دیتا سوائے اس کے کہ اس کے علم کے بغیر میں خود اس کے مال سے لوں تو رسول اللہﷺ نے فرمایا : معروف طریقے سے جتناتمہارے لئے اور تمہارے بچوں کے لئے کافی ہو اتنا لے لیا کرو۔ [55]

اس حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قضاء علی الغائب جائز ہے۔ امام بخاری ؒ نے اسی حدیث کے تحت یہ عنوان باندھا ہے: القضاء علی الغائب ، جب کہ دوسری جگہ اس حدیث کا عنوان یہ قائم کیا ہے : من رأی للقاضی ان یحکم بعلمہ فی ھو الناس اذا لم یخف الظنون و التھمۃ وکان امر ا مشھود (ان لوگوں کی رائے جو یہ کہتے ہیں کہ قاضی کو اس بات کا حق ہے کہ اگر شکوک و شبہات اور **Error! Bookmark not defined.** اتہام کا خدشہ نہ ہو اور معاملہ واضح ہو تواپنے علم کی بناء پر فیصلہ دے سکتا ہے۔)

ابن حجر**.Error! Bookmark not defined** ؒ اس بارے میں لکھتے ہیں:اس بارے میں اتفاق رائے ہے کہ صرف حقوق العباد میں ایسا کرنا(قضاء علی الغائب) جائز ہے حقوق اللہ میں نہیں۔ بنا بریں اگر غائب پر سرقہ کی گواہی دی گئی تو اس پر مال دینے کا حکم تو صادر آئے گا مگر ہاتھ کاٹنے کا نہیں، ابن بطال ؒ ، مالک ؒ، لیثؒ، شافعیؒ، ابو عبید اور**.Error! Bookmark not defined** ایک جماعت کی یہی رائے ہے کہ اگر غیر حاضر شخص کا معاملہ زمین یا جائیداد وغیرہ کا ہو اور اس کے پاس اپنے حق میں دلائل ہونے کا امکان ہوتو ایسی صورت میں اس کی عدم موجودگی میں فیصلہ نہیں ہوسکتا الا یہ کہ وہ بہت لمبی مدت سے غائب اور لاپتہ ہو مگر ابن ماجشون نے اس قول کی صحت سے انکار کیا ہے کہ یہ امام مالک**.Error! Bookmark not defined** ؒ کا نہیں ہے اور مزید کہا ہے کہ مدینہ منورہ میں قضاء علی قضاءالغائب پر مطلقا عمل رائج تھا۔ [56]

صاحب مغنی المحتاج لکھتے ہیں:**وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ: صَحَّ عَنْ عُثْم**Error! Bookmark not defined.**انَ الْقَضَاءُ عَلَى الْغَائِبِ**

وَلَا مُخَالِفَ لَهُمَا مِنْ الصَّحَابَةِ، وَلِأَنَّ الْبَيِّنَةَ مَسْمُوعَةٌ بِالِاتِّفَاقِ عَلَى الْغَائِبِ، فَلْيَجِبْ الْحُكْمُ بِهَا كَالْبَيِّنَةِ الْمَسْمُوعَةِ عَلَى الْحَاضِرِ السَّاكِتِ، وَأَيْضًا فَالْحُكْمُ عَلَى الْمَيِّتِ وَالصَّغِيرِ جَائِزٌ، وَهُمَا أَعْجَزُ عَنْ الدَّفْعِ مِنْ الْغَائِبِ، وَلِأَنَّ فِي الْمَنْعِ مِنْهُ إضَاعَةً لِلْحُقُوقِ الَّتِي نُدِبَ الْحُكَّامُ إلَى حِفْظِهَا فَإِنَّهُ لَا يَعْجِزُ الْمُمْتَنِعُ مِنْ الْوَفَاءِ عَنْ الْغَيْبَة . حضرت عمرؓ اور **Error! Bookmark not defined.** حضرت عثمان**Error! Bookmark not defined.**ؓ قضاء علی الغائب کو جائز قرار دیتے تھے اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی ان سے اختلاف نہیں کیا ہے۔ اس لئے مدعی کے گواہوں کی گواہی پر مدعی علیہ کی عدم موجودگی میں فیصلہ دینا با لاتفاق درست ہے۔ پس غائب پر حکم صادر کرنا ناجائز ہے حالانکہ یہ غائب کی بہ نسبت دفاع کے لحاظ سے زیادہ عاجز ہیں۔ (پس جب ان پر جائز ہے تو غائب پر بدرجہ اولیٰ جائز ہونی چاہیے۔)

نیز اگر قضاء علی الغائب پر فیصلہ کو روکا گیا تو اس سے حقوق العباد زائل ہونے کا خطرہ ہے ۔ پس حکام کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ حقوق کی حفاظت کے لئے غائب پر فیصلہ کرسکتے ہیں کیونکہ انہوں نے تو حق کو منصئہ شہود پر لانا ہوتا ہے۔ [57]

وَشَرْطُ الْقَضَاءِ عَلَى الْغَائِبِ أَنْ يَكُونَ غَائِبًا عَنِ الْبَلَدِ أَوْ مُسْتَتِرًا لَا يُقْدَرُ عَلَيْهِ أَوْ مُتَعَذِّرًا[58]

غیر حاضر کے خلاف فیصلہ دینے میں یہ شرط شامل ہے کہ وہ شہر یا ملک سے غائب ہو ، یا چھپا ہوا ہو اور **Error! Bookmark not defined.** اسے تلاش نہ کیا جاسکے یا وہ حاضر ہونے سے اجتناب کر رہا ہو۔

حنابلہ اور **Error! Bookmark not defined.** شوافع بھی اسی نقطہ نظر کو اختیار کیاہے۔ [59]

قضاء علی الغائب پر فقہاء کرام کی آراء سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جوفقہاء قضاء علی الغائب کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کے پیش نظر یہ معاملہ ہے اگر غائب شخص شہر میں موجود ہو اور **Error! Bookmark not defined.** حاکم نے فیصلہ صادر کردیا بعد ازاں مدعا علیہ حاضر ہوگیا اور اس نے مدعی کے قول اور گواہوں کے صدق کو جھٹلایا اور اس بارے میں دلائل بھی پیش کئے تو ایسی صورت میں حاکم یا قاضی کا یک طرفہ فیصلہ کرنا ناجائز ہے۔ جب کے وہ فقہاء جو اس قضاء علی الغائب کے جواز کے قائل ہیں ان کے پیش نظر حقوق کا تحفظ اور ضرر کو رفع کرنا ہے۔ لہذا عدالتی معاملات میں جب عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ مدعا علیہ کے عدالت میں پیش نہ ہونے کے باعث حقوق کا تحفظ اور عدل و انصاف کی فراہمی معطل ہورہی تو قضاء علی الغائب پر فیصلہ کرنا ناگزیر ہوجائے گا۔

عائلی عدالتی نظام اور عصری صورتحال

ہمارے عائلی عدالتی نطام میں جو مسائل خواتین کو درپیش ہیں ان میں سے ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ جب خواتین خلع ، تنسیخ نکاح ، نان و نفقہ کی فراہمی یا بچوں کی حضانت ، مہر کی وصولی ، سامان جہیز کی واپسی کے مقدمات دائر کرتی ہیں تو فریق مخالف اکثر اوقات انتقام کی خاطر یا مقدمے کو طو ل دینے کے لئے یا بعض اوقات اس وجہ سے کہ وہ عدالت میں پیش ہو یا نہ ہو عدالت کا فیصلہ مدعی کے حق ہی میں آئے گا عدالت سے جاری ہونے والے نوٹسز کی وصولی کے باوجود مدعا علیہ عدالت کے روبرو پیش ہی نہیں ہوتا ایسے میں جہاں فاضل عدالت کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے وہیں مدعی کو بھی نفسیاتی ، مالی، معاشرتی و قانونی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان حالات میں عدالت یک طرفہ طور پر فیصلہ صادر کر نے کا اختیار رکھتی ہے تاکہ ظلم و زیادتی اور **Error! Bookmark not defined.** ضرر سے مدعی کے حقوق کا تحفظ ہو سکے ۔

اگرچہ اس کا ایک تاریک پہلویہ بھی ہے کہ اس طرح مدعی بعض اوقات عدالت کو دھوکہ بھی دیتے ہیں کبھی شوہر کا ایڈریس غلط لکھویا کر نوٹس جاری کرواکر شوہر کے علم میں لا ئے بغیر خلع یا فسخ نکاح یا دیگر مقدمات کے فیصلے کروالیتے ہیں۔ حقوق نسواں ایکٹ کے تحت عائلی قوانین میں کی گئی ترمیم کے بعد خلع کے کیسز کی شرح میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ [60]

اگر ان دونوں صورتوں کو مدنظر کھا جائے تو عدالتوں کے اختیارات اور**Error! Bookmark not defined.** قوانین کے نفاذ کی عملی صورتحال بہتر بنانے کے لئے ضروری اقدامات تجویز کئے جائیں۔ مثلا اگر عورت کی جانب سے خلع کا مقدمہ دائر کیا گیا ہے اور شوہر نوٹسز کی و صولی کے باوجود عدالت میں حاضر نہیں ہوتا تو شوہر کو عدالت میں پولیس کے ذریعے بھی طلب کیا جاسکتا ہے اور اس پر عدالت کی طلبی پر حاضر نہ ہونے پر جرمانہ عائد کیا جائے ۔ اگر بوجوہ شوہر عدالت حاضری سے قاصر ہو تو اس کے ورثا یا وکیل میں سے کوئی نہ کوئی ضرور عدالت میں مقدمہ کی سماعت کے دوران حاضر ہو۔ اگر اس پر عمل درآمد ممکن نہ ہو سکے تو عدالت خلع کی بجائے مقدمہ کو تنسیخ نکاح کے مقدمہ کے تحت قابل سماعت بنائے اور خاتون سے گواہ طلب کرے ، گواہوں کے بیانات پر جرح کے بعد یک طر فہ طور پر تنسیخ نکاح کا حکم صادر کر دے نیز اپنے فیصلے میں تمام اسباب و وجوہ مفصلا تحریر کرے۔ ضرورت شدیدہ کے وقت قضاء علی الغائب پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے ۔ [61]

زوجین جب شقاق اس حد تک پہنچ جائے کہ ان کے اکٹھے رہنے میں ضرر کا قوی امکان ہو تو ایسی صورت میں قاضی کے لئے یک طرفہ فیصلہ کرنا جائز ہوجاتا ہے۔

مختلف علماء کرام اس کا طریقہ کار یہ تجویز کرتے ہیں کہ قاضی حکمین کا تقرر کر دے اور **Error! Bookmark not defined.** وہ زوجین میں مصالحت کروائے اور اگر مصالحت کامیاب نہ ہوسکے تو پھر قاضی کو یہ حق ہے کہ وہ ان کے درمیان تفریق کروادے۔

علامہ ابن نجیم**Error! Bookmark not defined.**ؒ لکھتے ہیں:طلاق دینا اس وقت واجب ہو جاتا ہے جب امساک بالمعروف فوت ہوجائے جیسے کہ مجبوب اور**Error! Bookmark not defined.** عینین کی زوجہ کا حال ہوتا

ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے کہا ہے کہ جب امساک بالمعروف (حسن معاشرت کے ساتھ زوجہ کو بسانا) فوت ہوجائے تو قاضی شوہر کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور احسان کے ساتھ عورت کو چھٹکارا دینا واجب ہو جاتا ہے۔ [62]
وھبہ زحیلی لکھتے ہیں:شقاق اور**Error! Bookmark not defined.** ضرر کی وجہ سے مالکیہ نے تفریق کو جائز قرار دیا ہے تاکہ نزاع ختم ہو اور یہ اس لئے بھی ہے کہ عورت کی زندگی جہنم بننے سے بچ جائے ، یہ تفریق اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ**Error! Bookmark not defined.** کا ارشاد لا ضررولا ضرار۔
اس بناء پر عورت کو یہ حق ہے کہ وہ معاملہ قاضی کے پاس لے جائے ، اگر قاضی کے سامنے ضرر اور **Error! Bookmark not defined.** صحت دعوٰی ثابت کر سکی تو قاضی شوہر کی طرف سے اسے طلاق دے دے۔
حاکم ضرر ثابت ہونے پر صرف اپنی رائے کی بنیاد پر طلاق دے سکتا ہے ۔ [63]
اس لئے جب قاضی کو شقاق کی وجوہات کا تفصیلی علم ہو گیا تو وہ حکمین کا تقرر ضروری نہ سمجھ کر اور **Error! Bookmark not defined.** نزاع کو مزید طول نہ دے ، اور رفع شقاق کا بعجلت اقدام کر کے آئندہ ان کی زندگی کسی صحیح ڈگر پر استوار کرنے کا موقع فراہم کرتے ہوئے جب تفریق کا قدم خود اٹھانا مناسب سمجھتا ہو تو اس کو اس کااختیار ہے ، خصوصا اس کے مقرر کردہ حکمین کو جب یہ اختیار دیا ہے جو حکمین کا تقرر کرنے کا مختار ہے وہ خود تفریق کرنے سے بے اختیار کیسے ہوگا۔ [64]
اگر حکمین کی کوشش ناکام ہوجائے تو قاضی نیابۃ عن الزوج تفریق کردے گا۔ [65]
سید سابق**Error! Bookmark not defined.** لکھتے ہیں:**الخلع یکون بتراضیالزوج و الزوجۃ، فاذا لم یتم التراضی منھما فللقاضی الزام الزوج بالخلع**[66]
ڈاکٹر عبد الکریم زیدان لکھتے ہیں:اس کی بنیاد دراصل ضرر ہے، اور**Error! Bookmark not defined.** تفریق کے ذریعہ ضرر و ظلم سے بچانا قاضی کی ذمہ داری ہے، اس لئے قاضی مرد کو خلع پر آمادہ کرے اور حالات سنگین ہوں تو پھر فسخ و تفریق کی راہ اختیار کرے، اس بابت قاضی بااختیار ہے۔ [67]
اس بات کو مدنظر رکھیں تو عورتوں کی حقوق کے تحفظ اور**Error! Bookmark not defined.** ان کو لاحق ہونے والے ضرر سے محفوظ رکھنے کے لئے قضاء علی الغائب پر فیصلہ دیا جاسکتا ہے ۔ اور قاضی خود سے یک طرفہ طور پر فیصلہ نافذ کر سکتا ہے۔ لیکن اس کو ضرورت شدیدہ ہی کے وقت اختیار کیا جائے جب عدالت کو اس بات کو قوی یقین ہوجائے کی جو مقدمہ زیر سماعت ہے اس میں حقیقتا عورت کا استحصال ہوا ہے اور شوہر عمدا عدالت میں پیش نہیں ہو رہا۔ زمانے کے تقاضوں اور ضروریات کے تحت بعض اوقات معاشرے میں پیدا ہونے والے مفاسد اور خرابیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے قاضی کے لئے ایسے یک طرفہ فیصلے کرنے ناگزیر ہوجاتے ہیں کیونکہ اس پربہت سے لوگو ں کے حقوق و فلاح کا دارو مدار ہوتا ہے۔ اور قاضی یا ججز کے لئے ایسا کرنا شرعی طور پر جائز ہے۔
علامہ ابن عابدینؒ**Error! Bookmark not defined.** لکھتے ہیں:بہت سارے احکام دور کےبدل جانے سے بدل جاتے ہیں یا تو عرف کے تغیر کی بناء پر یا ضروریات کے پیدا ہونے کی وجہ سے یا اس دور کے لوگوں میں پیدا ہونے والی خرابیوں کی وجہ سے، ایسی صورت میں اگر وہ سابقہ حکم برقرار رہے تو حکم لوگوں کو مشقت اور**Error! Bookmark not defined.** ضرر پہنچانے کا ذریعہ بنے گا، بلکہ وہ خود شریعت اسلامیہ کے اس مخصوص مزاج کے بھی خلاف ہوگا جو شریعت یسر ، تخفیف اور سہولت پر قائم کی گئی ہے اور بہترین نظام کو برقرار رکھنے اور عمدہ قانون کے سائے میں زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرنا شریعت کا امتیازی وصف ہے۔ [68]
اس کا تقاضا یہ ہے کہ شریعت کے دائرے میں رہ کر احکام میں بھی ضرورت کے مطابق ایسی لچک پیدا کی جائے کہ وہ یسر پیدا ہونے کا سبب بنے۔ [69] جس سے عورتوں کے حقوق کا تحفظ بھی ہوجائے اور **Error! Bookmark not defined.** اگر فی الواقع انہیں ضرر لاحق ہے تو اس کے ازالہ کے بھی صورت پیدا ہوسکے۔ نیز عدالتی معاملات میں فیصلہ کرتے وقت زوجین کے اخلاقی کردار کو بھی مدنظر رکھ کر تمام عائلی معاملات کے فیصلے کئے جائیں۔
میاں مسعود احمد ایڈوکیٹ**Error! Bookmark not defined.** اس بارے میں یہ رائے دیتے ہیں۔
خلع میں سامان یا حق مہر کی واپسی بھی مرد اور**Error! Bookmark not defined.** عورت کے کردار کی بنیاد پر دلیل کی جائے گی ۔ خلع کے عنوان سے ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جن کی دلیل پر قاضی ، مرد کے خلاف خلع حاصل کرنے والی عورت کے کردار کی بنیاد پر انصاف کرے ۔ کیونکہ دیکھنا یہ ہوگا کہ عورت کا کردار کیا ہے اور کیا اس کا تقاضا مرد کے خلاف مجبوری ہے۔ نیز خلع میں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ کیا عورت کے اس عمل سے معاشرتی بگاڑ تو پیدا نہیں ہوتا۔ یا اس کا فیصلہ جلد بازی کانتیجہ تو نہیں ۔ نیز بہتر یہ ہوگا کہ خلع کی طالب عورت کے والدین سے بھی گواہی حاصل کی جائےتاکہ عورت اگر جذباتی اور جلد بازی کے فیصلہ پر مجبو ر ہوتی ہے تو اسے ایسے عمل سے روکا جا سکے۔
دفعہ (۴) ۱۰ فیملی ایکٹ کی بنیاد پر فیملی عدالتیں جس تیزی سے نکاح اور**Error! Bookmark not defined.** خلع کی اجازت دے رہی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ علیحدگی حاصل کرنے والی عورت بعد ازاں معاشرے کے بے رحم ہاتھوں میں برباد ہوجاتی ہے ۔ اور نئے خاوند کی خواہش میں اپنے سابقہ خاوند سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے ۔ لہذا عارضی کیفیات اور جذباتی فیصلوں پر عورتوں کو خلع سے محفوظ رکھنا بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ [70]
پاکستان میں طلاق وخلع کی بڑھتی ہوئی شرح ارباب دانش وبینا کے لئے لمحہ فکریہ ہے، یہ صورتحال بہت سے پہلوؤں پر ہماری معاشرتی و اخلاقی پسماندگی کو بھی عیاں کرتی ہے اور ہمارے عدالتی نظام میں بہت سے ایسے سقم موجود ہیں جن کی نشاندہی بھی کرتے ہیں ، قانون سازی کی ضرورت اگرچہ مظلوم کے دفاع اور اس کے حقوق کی رعایت کے لئے کی جاتی ہے لیکن بعض اوقات اس کے کسی ایک پہلو سے کسی دوسرے کے حقوق کا استحصال کا

اندیشہ زیادہ ہو جاتا ہے ۔ پاکستان میں فیملی کورٹس بھی اپنے مقدمات میں اکثر اوقات اسی طرح کے حالات سے دوچار ہوتی ہیں ، جن سے بعض اوقات اشکالات جنم لیتے ہیں اور کسی ایک طبقہ کا تحفظ کرتے ہوئے دوسرا طبقہ متاثر ہوجاتا ہے ۔ اس میں عدالتوں پر ذمہ داری کئی گنا بڑھ جاتی ہے کہ وہ تمام معاملات کا جائزہ انتہائی زیرک نگاہی سے لیں ،طلاق وخلع کے فیصلے محض تین چار ماہ میں صادر کرنے کی بجائے کونسلگ پر بھی توجہ دیں ، کہیں یہ نہ ہو اان عدالتوں کا کردار محض طلاق و خلع کی ڈگری جاری کرنے والے ادارہ ہی کا بن کر رہ جائے ۔

تجاویز و سفارشات

1۔ عائلی عدالتیں زوجین کے مابین فیصلہ کرتے وقت ان کے ذاتی کردار کو بھی مد نظر رکھیں۔

2۔ خلع کے مقدمات میں جب بار بار کے نوٹسز کے باوجود شوہر عدالت حاضر نہ ہو تو فیصلہ تنسیخ نکاح کا دیا جائے نہ کہ خلع کی ڈگری۔

3۔ خلع کا مقدمہ کی ابتدائی سماعت پر ججز اس بات کو یقینی بنائیں کہ مدعیہ کو تنسیخ نکاح یا خلع میں فرق معلوم ہے ؟ اگر نہیں تو اس بارے میں ضروری معلومات دے کر مقدمہ کی نوعیت اگر ضروری ہوتو تبدیل کی جائے۔

4۔ مقدمے کی سماعت سے قبل فریقین کی نفسیاتی کونسلنگ ضروری قرار دی جائے۔ اور اس حوالے سے ماہرین کا تقرر کی جائے۔

5۔ خلع کے مقدمات کے فیصلے محض تین چار کی مدت میں نہ کئے جائیں۔ اس کے لئے آٹھ نو ماہ کا وقت مقرر کیا جائے۔

6۔ عائلی عدالتوں کی تعدا د میں اضافہ کیا جائے ۔ ہر عائلی عدالت میں روزانہ تقریبا ۱۳۵سے زائد کیس زیر سماعت ہوتے ہیں ، مقدمات کی یہ تعدا د انسانی بنیادوں پر دیکھی جائے تو ایک جج کے لئے بہت بڑا بوجھ ہے اور **Error! Bookmark not defined.** انصاف کے تقاضوں کے منافی ہے ۔ اس وجہ سے بعض اوقات ایک جج کے لئے بھی ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ہر مقدمہ کا تفصیلا جائزہ لے یوں بہت سے نکات نظر انداز بھی ہو جاتے ہیں ۔ اور مقدمات کے فیصلے بھی تاخیر کا شکار ہوتے ہیں ۔ عدالتوں میں اضافہ سے یہ مسائل کافی حد تک کم ہوسکتے ہیں ۔

7۔ طلاق، خلع ، فسخ نکاح ، مہر ، جہیز اور**Error! Bookmark not defined.** بچوں کی حضانت اور نان ونفقہ وغیر ہ کے مقدمات کا عائلی عدالتوں میں بکثرت زیر سماعت ہونا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ عدالتی دائرہ کار سے باہر معاملات کے تصفیہ کے لئے کوشش نہیں کی گئیں ۔ چانچہ اس بات کو لازم قراردیا جائے کہ مقدمات یا تنازعات اول یونین کونسل ، مصالحتی انجمن میں تصفیہ وحل کے لئے پیش ہوچکے ہوں ، اگر مصالحتی کونسل ضروری سمجھے تو مقدمہ عدالت میں پیش کیا جائے اور یہ کونسل عورتوں اور بچوں کی معاون کے طور پر عدالت میں پیش ہو۔ اس طریقہ کار سے حصول انصاف میں تاخیر کی شکایت کو دور کیا جاسکتا ہے ۔

8۔ عدالتوں میں جدید ٹیکنالوجی کو متعارف کروایا جائے ۔ کمپیوٹرز، فیکس، انٹر نیٹ اور **Error! Bookmark not defined.** جدید ذرائع کو عدالتی کاروائی کو آسان اور تیز تر کرنے کے لئے استعمال کیا جائے ۔

9۔ عدالت جہاں فریقین کو عدالت میں حاضر ہونے کے لئے نوٹسز بجھواتی ہے وہیں اس کے ساتھ ساتھ ای میل اور**Error! Bookmark not defined.** ٹیلی فون کی سہولت سے بھی استفادہ کرکے مقدمات کو جلد نمٹا جا جاسکتا ہے ۔ اور اس کا ریکارڈ بھی رکھا جائے۔

حوالہ جات

[1] ۔ صابر رضا، اسلام کا نظام طلاق،تاج الشریعہ اکیڈمی ، لدھیانہ پنجاب۔ ۲۰۱۱ء ، ص: ۲۰۳

[2]۔ المر غینانی ، برھان الدین، ابو الحسن ، ا لھدایہ شرح بدایۃ المبتدی، دار احیاء التراث العربي - بیروت – لبنان، س۔ن ، ج : ۲، ص:۲۶۴

[3] ۔ تنزیل الرحمٰن ، ڈاکٹر، مجموعہ قوانین اسلام ، اسلام آباد ، ادارہ تحقیقات اسلامی ، ۲۰۰۰ء ، ج:۲، ص: ۵۷۰

[4] ۔ خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام ،لاہور، المکتبہ العلمیہ، ۱۹۹۸ء، ص: ۱۶۶

[5]۔ باجوہ ، محمد احمد اللہ، محمڈن لاء، لاہور خیبر پبلشرز، مزنگ روڈ، س ن ،ص: ۵۹۳

[6] ۔ خورشید بی بی بنام بابو محمد امین، پی ایل ڈی ۱۹۶۷ء سپریم کورٹ ۹۷

[7] ۔ بلقیس فاطمہ بنام نجم الاکرم قریشی، پی ایل ڈی، ۱۹۵۹ء مغربی پاکستان، لاہور، ۵۶۶

[8] ۔ خورشید بی بی بنام بابو محمد امین، پی ایل ڈی، ۱۹۹۷ء،

[9]۔ وڑائچ ، سہیل اکبر ، مسلم عائلی قوانین دشواریاں اور ممکنہ حل ، لاہور، شرکت گاہ وویمن ریسورس سنٹر، ۲۰۰۷ء ، ص:۱۲۵

[10] ۔ شاہ ولی اللہ، المسوٰی من احادیث الموطا، ج:۲، ص: ۱۶۰

[11]۔ عائلی عدالت ایکٹ ۱۹۶۴ءکی شق ۱۰ کی ذیلی شق ۴ میں تبدیلی اور عائلی عدالت کے جدول کے حصہ اول میں سیریل نمبر ۱ میں تنسیخ نکاح کے بعد الفاظ بشمول خلع کا اضافہ کیا گیا۔

[12] ۔ محمد اعجاز احمد خان بنام عائلی عدالت اور ایک اور ۲۰۰۵ء ایس ۔ ایل ۔آر ،۳۷۹ بحوالہ : مسلم عائلی قوانین، دشواریاں اور ممکنہ حل ،ص: ۱۲۶

[13] ۔ ایضا،ص: ۱۲۷

- عمر بی بی بنام محمد دین ، اے آئی آر، ۱۹۴۵ء لاہور: ۵۱[14]
- سعیدہ خانم بنام محمدؐ سمیع پی ایل ڈی، ۱۹۵۲ء، لاہور ۱۱۳[15]
- بلقیس فاطمہ بنام نجم الاکرم ، پی ایل ڈی، ۱۹۵۹ء ۵۶۶[16]
- تنزیل الرحمٰن ، ڈاکٹر، مجموعہ قوانین اسلام ، ج:۲، ص: ۵۹۷[17]
- النساء: ۳۴[18]
-البقرہ: ۲۳۷[19]
[20]- ابن ماجہ، ابع عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ ، کتاب الطلاق،باب طلاق العبد، دار المعرفۃ، بیروت لبنان ، ۱۹۹۶ء ، حدیث نمبر: ۲۰۸۱
- طبرانی، المعجم الکبیر ،مطبوعہ:مکتبہ ابن تیمیہ -القاھرہ، باب العین،عطاء عن ابن عباس ، ج:۱۱، ص:۱۹۳، حدیث نمبر: ۱۱۴۶۷[21]
[22]- قرطبی ، أبو عبد الله محمد بن أحمد،الجامع لأحكام القرآن ،تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش،الناشر: دار الكتب المصرية – القاهرة،1964 ء ، ج:۳، ص: ۹۲
- ایضا[23]
[24]- فخر الدین رازی، أبو عبد الله محمد بن عمر، مفاتيح الغيب ، التفسير الكبير، دار إحياء التراث العربي – بيروت، 1420 ء، ج:۳، ص:۱۰۸
- بیضاوی، عبد اللہ بن عمر، انوار التنزیل و اسرار التاویل، دار فراس، س-ن، ص: ۵۰[25]
[26]-زمخشری، جار اللہ، محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الاقاویل فی وجوہ التأویل، لبنان -بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۷ء، ج:۱، ص:۳٦۷؛ النسفی، عبد اللہ بن احمد، مدارک التنزیل و حقائق التأویل، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س-ن، ج:۱، ص: ۱۲۸؛پانی پتی، محمد ثنا اللہ، التفسیر المظہری، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، ۱۹۹۱ء، ج:۱، ص:۳۰۷
- خورشید بی بی بنام بابو محمد امین، پی ایل ڈی، ۱۹۶۷[27]
- سرخسی ، شمس الدین، امام، المبسوط ، مصر، مطبعۃ السعادہ، س ن ، ج:۵، ص: ۲۷۵[28]
[29] . Under Article 203-D of the Constitution of Pakistan the Federal Shariat Court has the powers to examine and decide whether or not any law or provision of law is repugnant to the Injunctions of Islam, as laid down in the Qur‟an and the Sunnah of the Prophet Muhammad (peace be upon him). Certain laws are, however, excluded from the jurisdiction of the FSC. These are: Constitutional Laws and procedural laws. Muslim Personal Laws were also excluded in Article 203-B(c) but the Shariat Appellate Bench, which hears appeals against the decisions of the FSC, interpreted Muslim Personal Laws to mean un-codified personal laws thereby allowing the FSC to have jurisdiction in codified personal law cases. See, *Dr. Mahmood-ur-Rahman Faisal v.Government of Pakistan*, PLD 1994 SC 607 (SAB) at 620-21. This case overruled *Farishta v. The Federation of Pakistan*, PLD 1980 Pesh. 47 (Shariat).

Para 7. These were six Shariat Petitions bearing No.S.P.3/L-2005, S.P.2/L-2006, S.P. 1/K-2007, S.P. 2/K-2007, S.P.3/K-2007, and 7/I-2007, respectively. The judgment was delivered on 25 August 2009, and is unreported. At the time of writing this work the decision was pending in the Shariat Appellate Bench of the Supreme Court as Civil Shariat Appeal No. 1 of 2009 and Civil Shariat Appeal No. 2 of 2009. The author has obtained both hard and soft copies of the decision.

[30] . Para 7. These were six Shariat Petitions bearing No.S.P.3/L-2005, S.P.2/L-2006, S.P. 1/K-2007, S.P. 2/K-2007, S.P.3/K-2007, and 7/I-2007, respectively. The judgment was delivered on 25 August 2009, and is unreported. At the time of writing this work the decision was pending in the Shariat Appellate Bench of the Supreme Court as Civil Shariat Appeal No. 1 of 2009 and Civil Shariat Appeal No. 2 of 2009.

[31] . Para 15. *Per* J Dr. Fida Muhammad Khan. Other members of the Bench were Haziqul Khairi CJ, and
Salahuddin Mirza J.

[32] . Para 21.

[33] . Para 22.

[34] . Muhammad Munir, THE LAW OF *KHUL‘ IN* ISLAMIC LAW AND THE LEGAL SYSTEM OF PAKISTAN: THE *SUNNAH* OF THE PROPHET OR JUDICIAL *IJTIHAD*? P:34

[35] - البقرہ : ۶۲

[36] ۔ مودودی ، سید ابو الاعلیٰ ، مولانا، حقوق الزوجین، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن ، ۱۹۸۹ء، ص: ۶۲
[37] ۔ صلاح الدین یوسف، حافظ ، عورتوں کے امتیازی مسائل و قوانین، لاہور، دار السلام، ص: ۲۲۸
[38] ۔ مودودی ، سید ابو الاعلیٰ ، مولانا، حقوق زوجین:ص:۷۵۔ ۷۶
[39] ۔ تنزیل الرحمٰن ، ڈاکٹر، مجموعہ قوانین اسلام ، ج: ۲، ص:۵۹۲۔ ۵۹۳
[40] ۔ ایضا، ص: ۲۱۶
[41] ۔ اسلامی نظریاتی کونسل ۲۸ مئی ۲۰۱۵ء، اجلاس نمبر: ۱۹۹
[42]۔ لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي،فتاوٰی ہندیہ، دار الفكر ، ۱۳۱۰ھ ،كتاب الطلاق ، الباب الخلع وما فی حكمہ و ،ج:۱، ص: ۴۸۸
[43] ۔ مودودی ، سید ابو الاعلیٰ ، مولانا، حقوق الزوجین، ص: ۷۰
[44] ۔ قاسمی، مفتی نذیر احمد، خلع اور فسخ نکاح، شقاق بین الزوجین کی وجہ سے فسخ نکاح، انڈیا، ایفا پبلیکشنز نئی دہلی، ۲۰۱۳ ، ص:۴۹۱
[45] ۔ مودودی ، سید ابو الاعلیٰ ، مولانا، حقوق الزوجین، ص: ۷۵
[46] ۔ الحلی ، جعفر بن الحسن ، شرائع ا لاسلام ، بیروت ۔ لبنان ، منشورات مکتبہ دارالحیاۃ ، س۔ ن ، ج:۲، ص: ۷۲
[47] ۔ لدھیانوی ، محمد یوسف، آپ کے مسائل اور ان کا حل، کراچی **Error! Bookmark not defined.** ، مکتبہ بینات، بنوری ٹاؤن، ج:۵، ص: ۳۹۸

[48] .1991 MLD 1732

[49] PLD 2000 Kar.498

[50]۔ کاسانی ،علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی الترتیب الشرائع،کراچی ، ایم سعید کمپنی ، ج:۷، ص: ۱۲
[51]۔ ایضا ، کتاب الدعوی ؛ ابن الھمام، کمال الدین، فتح القدیر، بیروت ۔لبنان ، دار احیاء، ۱۹۸۶ء، ج:۶، ص:۴۰۰؛ المرغینانی ، برھان الدین ، الھدایہ ، بیروت ۔لبنان ، دار احیاء التراث العربی ، ۱۹۹۵ء،ج:۳، ص: ۱۰۷
[52]۔ ترمذی، محمد بن عیسی بن سَوْرة ، امام، سنن ترمذی، كتاب الأحكام ، باب ما جآء فی القاضی لا يقتضی بين الخصمين حتى يسمع كلامهما، المحقق: بشار عواد معروف، دار الغرب الإسلامي – بيروت،۱۹۹۸ء، ج: ۳، ص: ۶۰۹؛ ابو داؤد، سليمان بن الأشعث ، سنن أبي داود ، كتاب الأقضيہ ، باب كيف القضاء، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، المكتبة العصرية، صيدا – بيروت ، ج: ۳،ص:۳۰۰
[53]۔ ابو داؤد، سليمان بن الأشعث ، سنن أبي داود ، كتاب الأقضئيہ، باب كيف يجلس الخصمان بين يدی القاضی، ، ج:۳، ص:۳۰۱
[54] ۔ ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتھد و نھایتہ المقتصد، لاہور، المکتبہ العلمیہ ، ۱۹۸۴ء، ج:۲، ص: ۳۵۳
[55]۔ بخاری ، محمد بن اسماعیل ، الجامع الصحیح للبخاری، كتاب الأحكام ، باب : من رأى للقاضی ان يحكم بعلمہ فی امر الناس، دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم: محمد فؤاد عبد الباقي، 1422ه ، ج:۶، ص: ۲۶۱۷؛باب القضاء علی لغائب، ج:۶، ص: ۲۶۲۶
[56]۔ ا بن حجر، أحمد بن علي، فتح لباری شرح صحيح البخاري، دار المعرفة - بيروت، 1379ء ، ج:۱۳، ص:۱۴۶
[57]. شربینی ، محمد بن احمد الخطیب، مغنی المحتاج، دار الفکر، بیروت ، ج:۶، ص:۳۰۸
۔ نووی، أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، دار إحياء التراث العربي - بيروت، 1392، ج:۱۲، ص:۸
[59] ۔ ابن قدامہ ، ابو محمد، المغنی، دار عالم الکتب، السعودیہ ، ۱۹۹۹م، ج:۱۴، ص: ۹۳۔ ۹۴
[60] ۔ جج فیملی کورٹ ، راولپنڈی۔
[61] ۔ تھانوی ، اشرف علی تھانوی ، امداد الفتاوٰی، کراچی ، مکتبہ دار العلوم ، ۱۳۷۹ھ، ج:۳، ص: ۴۲۵
[62]۔ ابن نجیم ، زین الدین بن ابراہیم ، ا لبحر الرائق، بیروت ، دار احیاء التراث العربی ، ۲۰۰۳ء ، ج:۳، ص:۲۳۷
[63]۔ وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی و ادلتہ، الفقہ الاسلامی و ادلتہ دار الفکر المعاصر، بیروت، ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۷ء ، ج:۹، ص: ۷۰۶۰۔۷۰۶۱
۔ قاسمی، مفتی نذیر احمد، خلع اور فسخ نکاح، شقاق بین الزوجین کی وجہ سے فسخ نکاح، انڈیا، ایفا پبلیکشنز نئی دہلی، ۲۰۱۳، ص: ۱۶۵
[64] ۔ ایضا، ص: ۳۴
[65] ۔ سید سابق، فقہ السنہ، دار الکتاب العربي، بیروت ۔ لبنان، ۱۹۷۷ء ، ج:۲، ص:۲۹۹
[66]۔ زیدان، عبد الکریم، المفصل فی أحكام المرأة، ج:۸، ص:۴۱۳، المغنی، ج:۷، ص:۴۹، مغنی المحتاج ، ج:۳، ص: ۲۶۲، زاد المعاد، ج:۳، ص:۳۳
[67] ۔ ابن عابدین، رسائل ابن عابدین، ج:۲، ص: ۱۲۶
[68] ۔ قاسمی، مفتی نذیر احمد، خلع اور فسخ نکاح، شقاق بین الزوجین کی وجہ سے فسخ نکاح ، ص: ۱۶۶
[69]۔ مسعود احمد بھٹہ ، میاں ، حیات النساء(عورت کی زندگی مناکحات کے بعد) ، لاہور ، آہن ادارہ اشاعت وتحقیق، پاکستان ، ۲۰۱۰ء ، ص:۵۱۵۔۵۱۶